Fikr-o-Nasar (Islamabad) 4:1-2 (1966)

تصوّر تقویٰ اور معاشرتی تنظیم

ضیاء الحق۔ فیلو ادارہ تحقیقات اسلامی

قرآن بحیثیت ایک مکمل ضابطۂ حیات کے، انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو خواہ وہ معاشرتی ہوں، سیاسی ہوں یا معاشی، اپنے مخصوص اخلاقی نظام کے تحت رکھتا ہے۔ قرآن کا مقصد انسانی سیرت میں تقویٰ کی بے مثال صفت پیدا کرنا ہے جو اُس کی تمام تعلیمات کی غرض و غایت ہے۔ قرآن متقین کے لئے ہدایت ہے۔ چنانچہ قرآن کے آغاز میں ہی ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے

ذالك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين۔

اس کتاب میں کوئی شک نہیں راہ دکھاتی ہے پرہیزگاروں کو [1]

اسلام ایک منفرد نظامِ حیات ہے جو صرف چند رسوم کی ادائیگی یا محض کسی فوق الفطرت ہستی سے جذباتی لگاؤ کا نام نہیں بلکہ یہ عقیدۂ توحید پر ایمان اور عمل صالح سے عبارت ہے۔ اور ظاہر ہے عمل صالح تمام انسانی زندگی پر محیط ہے۔ قرآنی اوامر و نواہی کا مقصد ہی تقویٰ کی تکمیل کرنا ہے تاکہ افراد اس سے متصف ہو کر اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ایک فلاحی معاشرے کی تشکیل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا ایها الناس اعبدوا ربكم الذی خلقكم والذین من قبلكم لعلكم تتقون۔

اے لوگو عبادت کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمہیں اور اُن کو جو تم سے پہلے تھے، پیدا کیا تاکہ تم بچو۔ [2]

یہاں انسان سے کہا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے جو اس کا خالق ہے۔ اس طرح اس میں تقویٰ پیدا ہو جائے گا۔ ایک دوسری آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اچھے اور بُرے میں

تمیز کرنے کا شعور انسان کی فطرت میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اور اب وہ اسے کس طرح استعمال میں لاتا ہے، اس پر احتساب ہوگا۔

ونفس وما سواها فالهمها فجورها وتقواها۔ قد أفلح من ذكها وقد خاب من دسها۔

(قسم ہے جان کی اور جس نے تندرست کیا اس کو پس جی میں ڈالی اس کے بدکاری اس کی اور پرہیز گاری اس کی تحقیق مراد کو پہنچا جس نے پاک کیا اس کو اور تحقیق نامراد ہوا جس نے گاڑ دیا اس کو) [۳]

اپنے مخصوص انداز میں احکامات بیان کرتے ہوئے قرآن صریحاً کہتا ہے کہ یہ احکامات انسان میں تقویٰ کی خصلت پیدا کر دیں گے۔ مثلاً

۱۔ یا ایها الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو لکھا گیا اوپر تمہارے روزہ جیسا کہ لکھا گیا تھا اوپر ان کے جو پہلے تم سے تھے تاکہ تم پرہیز گاری اختیار کرو۔ [۴]

۲۔ واعدلوا هوا قرب للتقوی

عدل کرو وہ بہت نزدیک ہے پرہیز گاروں کے [۵]

۳۔ وآن تعفوا أقرب للتقوی۔

اور یہ کہ معاف کرو تم نزدیک تر ہے واسطے پرہیز گاری کے [۶]

۴۔ ولکم فی القصاص حیوة یا اولی الالباب لعلکم تتقون۔

اور واسطے تمہارے قصاص میں زندگی ہے۔ اے عقل والو تاکہ تم بچو [۷]

۵۔ فما استقاموا لکم فاستقیموا لهم۔ ان الله یحب المتقین

پس جب تک سیدھے رہیں واسطے تمہارے پس سیدھے رہو تم واسطے ان کے اللہ دوست رکھتا ہے پرہیز گاروں کو [۸]

۶۔ فاتموا الیهم عهد هم الی مدتهم ان الله یحب المتقین۔

پس پورا کرو طرف ان کی عہد ان کا ان کی مدت تک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیز گاروں کو [9]

ان آیات سے ظاہر ہے کہ قرآن اپنے احکامات میں تقویٰ کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے اور یہ کہ اس کا فقدان معاشرتی بے آہنگی، عدم توازن اور بے شمار خرابیوں کو جنم دیتا ہے۔ جو اخلاق، سیاسیات معیشت اور تہذیب کو ہلاکت کی طرف لے جاتے ہیں۔

أفمن أسس بنيانه على تقوىٰ من الله ورضوان خير من أسس بنيانه على شفا جرف هارٍ فانهار به في نار جهنم [10]

(کیا جو شخص کہ بنیاد رکھے عمارت اپنی کی اوپر تقویٰ کے اللہ سے اور رضامندی کے، بہتر ہے یا جو شخص کہ بنیاد رکھے عمارت اپنی کی اوپر کنارے کھائی گرنے والی کے۔ پس لے گرے اس کو دوزخ کی آگ میں)

لیکن تقویٰ ہے کیا؟ تقویٰ کا لفظ وقی یا اتقی (باب افتعال) سے مشتق ہے، جس کے معنی ضرر، نقصان یا خوف وغیرہ سے احتراز اور احتیاط برتنا یا پرہیز گار بننا۔ اپنے آپ کو خطرات سے بچانا۔ آخرت کے عذاب سے بچنا ہیں۔ مشہور صحابی أبي بن کعبؓ فرماتے ہیں۔ "متقی انسان اس راہ گیر کی مانند ہے جو کانٹے دار جھاڑیوں سے اپنا دامن بچا کر چلتا ہے کہ کہیں اس کے کپڑے تار تار نہ ہو جائیں۔" [11]

متقین کے جامع اعمال سورہ بقرہ میں بتائے گئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

ليس البر ان تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخر والملٰئكة والكتب والنبين وآتى المال على حبه ذوالقربىٰ واليتمىٰ والمساكين وابن السبيل والسائلين وفي الرقاب واقام الصلوٰة وآتى الزكوٰة والموفون بعهدهم اذا عاهدوا والصابرين في البأساء والضراء وحين البأس اولٰئك الذين صدقوا واولٰئك هم المتقون۔

نہیں بھلائی یہ کہ تم پھیرو منہ اپنے کو طرف مشرق اور مغرب کے، لیکن بھلائی اس کو ہے، جو ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور دن آخرت کے اور فرشتوں کے اور کتاب کے اور پیغمبروں کے اور دیا مال اوپر محبت اس کی قرابت والوں کو اور یتیموں کو اور فقیروں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور قائم کیا نماز کو اور دیا زکوٰۃ کو اور پورا کرنے والے عہد

لینے کے. جب عہد کریں اور صبر کرنے والے ہیں. فقر میں اور بیماری کے اور وقت لڑائی کے۔ یہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ بولا۔ اور یہ لوگ وہ ہیں پرہیز گار۔ [۱۳]

ان آیات میں متقین کی صفات بتائی گئی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اس کے ملائکہ، نبیوں، کتاب اور یوم آخرت پر ایمان کو اولیت دی گئی ہے۔ اس کے بعد نماز، زکوٰۃ، عہد کی پابندی، تمام حالات میں صبر و استقامت کی تلقین کی گئی ہے۔ معاشرے کی طرف سے تمام عائد کردہ فرائض کی ادائیگی کا ذکر ہے۔ ایک دوسری جگہ چند اور اوصاف کا ذکر ملتا ہے۔

من اهل الكتاب أمة قائمة يتلون آيت الله آناء الليل وهم يسجدون. يومنون بالله واليوم الآخر ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويسارعون فى الخيرات واولئك من الصالحين وما يفعلوا من خير فلن يكفروه والله عليم بالمتقين.

(صاحب کتاب سے ایک جماعت ہے قائم دین پر، پڑھتے ہیں، خدا کی آیتیں اوقات رات میں اور سجدہ کرتے ہیں، ایمان لاتے ہیں ساتھ اللہ کے اور دن آخرت کے، اور حکم کرتے ہیں بھلائی کا اور برائی سے منع کرتے ہیں اور بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں صالحین سے اور جو کچھ کریں گے بھلائی سے پس ہرگز نہ کی جاوے گی ناقدری اس کی اور اللہ پرہیز گاروں کو جاننے والا ہے [۱۴]

چنانچہ تقویٰ ہی انسانی سیرت کا صحیح معیار ٹھہرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

يا ايها الناس انا خلقنكم من ذكر وأنثىٰ وجعلنكم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقكم۔

(اے لوگو تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے تم کو ایک مرد سے اور ایک عورت سے اور کیا ہم نے تم کو کنبے اور قبیلے، تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ [۱۵]

ابن جریر الطبری نے اپنی تفسیر میں لفظ متقین کی تشریح اس طرح کی ہے :-

اولئك الذين اتقوا عقاب الله فتجنبوا عصيانه وحذروا وعده فلم يتعدوا حدوده وخافوه فقاموا بأداء فرائضه۔

(یعنی متقین وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عقاب سے ڈرتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کرتے ہیں اور اس کی تنبیہہ کا پاس کرتے ہوئے حدود اللہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کی طرف سے عائد شدہ فرائض کو ادا کرتے ہیں۔[۱۶]

لیکن اس سے بہتر تشریح البیضاوی نے اپنی تفسیر میں کی ہے۔ ان آیاتِ قرآنی پر بحث کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا و آمنوا وعملوا الصلحت ثم اتقوا واحسنوا واللہ یحب المحسنین۔

نہیں اوپر ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اور کام اچھے کئے گناہ بیچ چیز کے کہ کھایا انہوں نے جس وقت کہ پرہیز گاری کریں اور ایمان لاویں اور کام کریں اچھے پھر پرہیز گاری کریں اور ایمان لاویں پھر پرہیز گاری کریں اور احسان کریں اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو۔[۱۷]

البیضاوی تقویٰ کی تشریح ایک حدیث شریف کے حوالے سے کرتے ہیں:

"روی انہ لما نزل تحریم الخمر قال الصحابۃ یا رسول اللہ فکیف با خواننا الذین ماتوا وھم یشربون الخمر ویاکلون المیسر فنزلت"۔

ویحتمل ان یکون ھذا التکرار باعتبار الاوقات الثلاثۃ او باعتبار الحالات الثلاث استعمال الانسان التقویٰ والایمان بینہ وبین نفسہ وبینہ وبین الناس وبینہ وبین اللہ تعالیٰ۔

رسول صلعم سے روایت ہے کہ جب آیۃ تحریم الخمر نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے حضورؐ سے پوچھا۔ "یا رسول اللہؐ! ہمارے بھائی جو فوت ہو گئے ان کا کیا ہوگا، جو شراب پیتے تھے اور جوئے کی کمائی کھاتے تھے"۔ اس موقع پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں۔ اس میں جو (تین بار) تکرار ہے وہ باعتبار اوقات ثلاثہ یا باعتبار حالات ثلاثہ ہو سکتی ہے۔ اولاً انسان کے استعمال تقویٰ اور ایمان اس کے اپنے اور اپنے نفس کے درمیان، دوم اپنے اور انسانوں کے درمیان اور سوم اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان۔[۱۸] اس طرح انسان کے فرائض تین طرح کے ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض۔ اس کے اپنے آپ کی طرف سے عائد کردہ فرائض اور لوگوں کی طرف سے

عائدشدہ فرائض ۔ ان سب فرائض کو ہم دو ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ جب تک انسان حقوق العباد یعنی معاشرتی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے پورا نہیں کرتا صرف حقوق اللہ کی ادائیگی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن ناگزیر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی احساس فرض کو اس طرح بیان فرمایا:

"کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الذی علی الناس ھو راع وھو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیتہ والمراۃ راعیہ علی اھل بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولۃ عنھم وعبد الرجل راع علی مال سیدہ وھو مسئول عنہ الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ"۔

"تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور تم سب اپنی رعیّت کے لئے ذمّہ دار ہو۔ لوگوں کا امام ایک راعی ہے جو اپنی رعیّت کا ذمّہ دار ہے اور آدمی اپنے اہل بیت کے لئے راعی ہے اور ان کا ذمّہ دار ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچّوں کی راعیہ ہے اور ان سب کی ذمّہ دار ہے اور غلام یا خادم اپنے مالک کے مال کا راعی ہے اور اس کا ذمّہ دار ہے۔ خبردار! اس طرح تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور اپنی رعیّت کا ذمہ دار ہے"[۱۹]

یہی احساسِ فرض صحیح تقویٰ ہے۔ جس طرح چرواہا اپنے ریوڑ کی حفاظت و عافیت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک متقی انسان اپنی رعیت، اپنے ماتحتوں اور اپنے تمام فرائض و اعمال کے لئے ذمہ دار ہوتا ہے۔ اپنے ہر عمل میں وہ اس طرح فرض شناسی سے کام لیتا ہے کہ اپنے سے بالاتر ایک فیصلہ کا معیار تسلیم کرتا ہے[۲۰]۔ اور یہ معیار صرف وحی الٰہی ہو سکتا ہے۔ انسان اپنے عمل کی راستی کا معیار خود نہیں ہو سکتا۔ "تعاونوا علی البرّ والتقویٰ" (مددگاری کرو اوپر بھلائی کے اور پرہیزگاری کے۔ [۲۱])۔ کی آیت شریفہ اس بات کا اعلان کر رہی ہے کہ نظام معیشت و معاشرت کے لئے تقویٰ نہایت ضروری ہے۔ صرف تقویٰ ہی صحیح معنوں میں انسانی سیرت کی تعمیر کر سکتا ہے۔ معاشرے میں توازن، عدل اور معاشرتی انصاف اسی وقت قائم ہو سکتے ہیں، جب انسان اپنی تمام ذمہ داریوں کا احساس رکھتے ہوئے مائل بہ عمل ہو۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاشرتی عدل کی وضاحت کس عمدگی سے فرمائی ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتحاسدوا ولا تناجشوا ولاتباغضوا ولا تدابروا ولایبع بعضکم علی بعض وکونوا عباداللہ اخوانا۔ المسلم اخوالمسلم لایظلمہ ولایخذلہ ولایحقرہ۔ التقویٰ ھھنا ویشیر الی صدرہ ثلاث مرارا بحسب امرء من الشران یحقر اخاہ المسلم۔ کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ۔

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرا کہو اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو۔ نہ ہی ایک دوسرے کی چغلی کھاؤ۔ تم میں سے کوئی دوسروں کے طے شدہ سودے پر سودا نہ کرے اور اے خدا کے بندو ایک دوسرے کے بھائی بن جاؤ۔ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ کوئی اس پر ظلم نہیں کرے گا اور نہ اسے ذلیل کرے گا اور کوئی بھی اس سے نفرت نہیں کرے گا۔ تقویٰ اس جگہ ہے۔ (اور آپؐ نے) اپنے سینے کی طرف تین بار اشارہ کیا۔ ایک بُرے آدمی کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلم کا خون مال اور عزت دوسرے مسلم پر حرام ہے۔" [۲۲]

اس حدیث میں مسلمانوں پر زور دیا گیا ہے کہ وہ امن و عافیت کے ساتھ باہم زندگی بسر کریں۔ ایک دوسرے کے حقوق پائمال نہ کریں۔ اس سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ عدل معاشرے کی بنیاد ہے۔ کسی کو جبری استحصال کا حق نہیں۔ معاشرے کے ہر فرد کو دوسروں کی عزت، ناموس اور مال کا احترام کرنا ضروری ہے۔ تقویٰ قلب کی اس کیفیت کا نام ہے جو ایک مخصوص ذہنی رویے کو پیدا کرتی ہے۔ جس کے تحت ہر فرد معاشرے کا ایک ذمہ دار راعی بن جاتا ہے۔

ہر معاشرے میں خواہ وہ اسلامی ہو، اشتراکی ہو یا سرمایہ دارانہ ہو، معاشی عوامل کو بالادستی حاصل ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ معاشی عمل ہی انسانی زندگی کا سب سے بڑا محرک ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ فرد اور معاشرہ دونوں بنیادی طور پر اپنی بقاء کے لئے تگ و دو کرنے پر مجبور ہیں۔ تحفظِ حیات کے بعد ہی وہ تہذیبی اور ثقافتی سرگرمیوں میں حصہ لے سکتے ہیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی صحیح طور پر ادائیگی کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ معاشی دنیا میں انسان کا دولت کو پیدا کرنا اہم اور لازمی فرض ہے۔

معاشیات انسان اور معاشرے کے ان انتخابی اعمال کا مطالعہ ہے جس میں قلیل وسائل کو مختلف النوع اشیاء کے انتاج کے سلسلے میں استعمال کیا جاتا ہے ۔ اور لبعد ازاں ان اشیاء کو افراد کی ضروریات کے مطابق تقسیم کیا جاتا ہے۔[۲۳] یہ اعمال ایک نظام کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ۔ قرآن مجید بار بار انسان کو حکم دیتا ہے کہ وہ تمام قدرتی وسائل کو استعمال میں لاکر اپنی بنیادی احتیاجات کو پورا کرے ۔ چنانچہ انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی ضروریات کے لحاظ سے کھانا کپڑا اور مکان وغیرہ کا اکتساب کرے، جو اس کی بقاء کے لئے ضروری ہے اور یہ کہ معاشرے کی تمام پیداوار تمام افراد کے تصرف میں ہونی چاہیئے۔ اس دولت کا خصوصی استحصال ان لوگوں کو نہیں کرنا چاہیئے، جو اتفاقاً بلا واسطہ پیداوار کا باعث ہوئے بلکہ اس پر پورے معاشرے کا حق ہے ۔

دولت کی پیداوار اور تقسیم کے طریقے آخر کار پیچیدہ معاشرتی ، معاشی وسیاسی تعلقات پر اثر انداز ہوتے ہیں ۔ فرد اسی وقت آزاد ہوتا ہے جب فاقے کی تہدید معاشرے میں موجود نہ ہو ۔ ورنہ یہ حالت انسان کو ناگفتہ بہ حالات کے قبول کرنے پر مجبور کر سکتی ہے ۔ صحیح آزادی ممکن نہیں جب تک کہ سرمایہ دار ہر عامل پر اپنی مرضی مسلط کرتا رہے گا ۔

اسلام کا معاشرتی نظام اس اصول پر قائم ہے کہ معاشرہ ایک رعیت یا ریوڑ ہے جس کا ہر فرد ایک چرواہے کی حیثیت رکھتا ہے ۔ کاشت کار ، صنعت کار ، مزدور ، سپاہی اور تاجر ہر ایک اپنے اپنے فرائض کے لئے ذمہ دار ہے اور اپنے کام میں حتی المقدور محنت کرتا ہے ۔ تاکہ احتیاج سے آزاد رہ کر زندہ رہے ۔ افلاس متعدد خرابیوں کی جڑ ہے ۔ اس لئے معاشرے کی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ حتی الوسع غرباء ، محتاجوں ، یتیموں ، بے سہارا عورتوں ، بیمار اور اپاہج افراد کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ آزادانہ طور پر زندگی بسر کریں ۔ قرآن جہاں نماز کو فرض قرار دیتا ہے ، وہاں زکوٰۃ کی ادائیگی کو بھی لازم ٹھہراتا ہے ۔ تاکہ ہر فرد کے لئے ایک حد تک معیار زندگی کی ضمانت مہیّا کرنے کی خاطر تمام لوگ ایک خاص رقم ادا کریں ۔

اسلامی سیاسی تنظیم کا اساسی اصول بھی تقویٰ ہی ہے ۔ ریاست کی حکمرانی عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے ۔ کسی کو کسی قسم کی خصوصی مراعات حاصل نہیں ہوتیں ۔ سب سے بڑا اعزاز اسی کو ملتا ہے جو سب سے بڑھ کر تقویٰ یا احساس ذمہ داری کا حامل ہوتا ہے ۔ اکرمکم عنداللہ اتقکم

کا زرّیں اصول اسلامی جمہوریت کی روح ہے۔ آج کی دنیا اقتصادی منصوبہ بندی اور سائنس کی دنیا ہے۔ غفلت، تساہل اور ملک کے اصلی مسائل سے تغافل کسی بھی طرح قابل برداشت نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں سرمائے کی قلت ایک بڑا مسئلہ ہے۔ قومی آمدنی کا زیادہ تر حصہ اشیائے صرف کی نذر ہو جاتا ہے اور بچت مشکل سے ہوتی ہے۔ ہمارے عوام غریبی کی وجہ سے بمشکل تمام قوت لا یموت حاصل کر پاتے ہیں۔ ہمارا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ کس طرح ذرائع پیداوار کو سرمایہ کاری کے ذریعے بڑھایا جائے تاکہ اقتصادی ترقی کی شرح میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا چلا جائے۔ اس وقت ہم اپنے تیسرے پنجسالہ منصوبے کے دوسرے سال میں داخل ہو رہے ہیں۔ تقویٰ کے صحیح مفہوم کو سمجھتے ہوئے ہم سب پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم ذمّہ دارانہ طور پر اپنی انفرادی اور اجتماعی ترقی اور خوش حالی کی خاطر جد و جہد تیز کریں، پیداوار بڑھائیں اور زیادہ سے زیادہ بچت کریں۔ اس وقت ہماری صنعت و زراعت کو جدید آلات و سامان کی اشد ضرورت ہے۔ ہمیں نئی تکنیک اور پیداوار کے جدید طریقے اپنانے کی بھی ضرورت ہے۔ ان کے بغیر اقتصادی ترقی کی رفتار تیز نہیں ہو سکتی۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی ثقافت، اپنے وسائل اور اپنے حالات کے مطابق پیداوار کے جدید طریقوں، سائنس اور ٹیکنالوجی کو اپنائیں۔

ترقی کی راہ بڑی کٹھن ہوتی ہے۔ اس میں کئی ایک مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جو قوم ان مسائل کی ماہیت کا شعور رکھتی ہے، وہ مردانہ وار ان کا مقابلہ کرتی ہوئی آخرکار اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتی ہے۔ صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ معاشرتی کشیدگیاں جنم لیتی ہیں اور دن بدن اضطراب گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔ لوگ دولت کمانے کے لئے شہروں کا رُخ کرتے ہیں اور اس طرح ان کے تعلقات دیہاتی زندگی سے منقطع ہو جاتے ہیں، لیکن وہ شہروں میں بھی رچ بس نہیں پاتے لہٰذا غیر محفوظ ہونے کا احساس، جرم اور نفسیاتی ابتری معاشرے میں اور پیچیدگیاں پیدا کرتے ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک قومی شعور لازمی ہے۔ ورنہ حقیقی مسائل سے تغافل کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ تاہم یہ سب کچھ عبوری ہوتا ہے۔ انہیں ادوار سے آج کے زیادہ ترقی یافتہ ملک بھی گزرے ہیں۔

اسلامی تعلیمات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ فرض اور ذمّہ داری کا وہ احساس، جو تقویٰ کا بے مثال تصوّر ہمیں پیش کرتا ہے، ہمارا ممد و معاون ہو سکتا ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ

ہم تقویٰ کے جوہر سے آراستہ ہوکر ترقی و خوش حالی کی رفتار کو تیز تر کر دیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال لیں، کیونکہ معاشی انقلاب کے لئے سماجی انقلاب نہایت ضروری ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قرآن ۲:۵
۲۔ قرآن ۲:۲۱
۳۔ — ۹۱:۱۵
۴۔ — ۲:۱۸۳
۵۔ — ۵:۸
۶۔ — ۲:۲۳۷
۷۔ — ۲:۱۷۹
۸۔ — ۹:۴
۹۔ — ۹:۴
۱۰۔ — ۹:۱۵۹
۱۱۔ لین: عربک لیسیکان آرٹیکل تقویٰ
۱۲۔ ابن کثیر: تفسیر: جلد اوّل صفحہ ۴۵
۱۳۔ قرآن ۲: ۱۷۷
۱۴۔ قرآن ۳: ۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵
۱۵۔ قرآن ۴۹: ۱۳
۱۶۔ طبری: تفسیر: جلد سوم صفحہ ۱۷۷
۱۷۔ قرآن ۵: ۹۳۰
۱۸۔ البیضاوی: صفحہ ۳۵۷
۱۹۔ بخاری: کتاب الاحکام۔
۲۰۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن: فکر و نظر اگست ۱۹۶۵ء ص ۱۳۲
۲۱۔ قرآن ۵:۲
۲۲۔ مسلم: الصحیح: صفحہ ۴۷
۲۳۔ سموئلسن۔ پال۔ اے۔ اکنامکس صفحہ ۷

آیات کا ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدّین کے ترجمہ قرآن سے ماخوذ ہے۔